جناب مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

اطاعتِ والدینؒ

موجودہ دور میں احکامِ دین میں تحریف و تبدیلی کی جو وبائے عام پھیلی ہوئی ہے، اس کی زد سے کوئی بھی شرعی حکم محفوظ نہیں ہے۔ عقوقِ والدین کے شرعی حکم پر بھی تجدد کی اس وبائے عام نے اپنا حملہ کر دیا اور اس سے بعض حضرات نے یہ مسئلہ نکالا کہ والدین سے حسنِ سلوک تو ضرور کرو کیونکہ قرآنِ کریم میں والدین سے حسنِ سلوک ہی کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اس میں اطاعتِ والدین ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ بوڑھے ہو کر اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں جس کے متعلق خود خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا (النحل)

اور دیکھو، اللہ نے تم کو پیدا کیا، پھر وہ تم کو موت دے گا، اور تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچ جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔

اس لئے اس حکمِ شرعی پر تفصیلی بحث مطلوب ہے۔ پہلے اطاعتِ والدین والے پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ جس پر قرآنِ کریم میں بہت زور دیا گیا ہے۔ خدائے ذوالجلال کا ارشاد ہے:

"وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ

کہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک (کر جواب) دو بلکہ ان کے ساتھ احترام سے بات کرو اور نرمی و رحمت کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کرو کہ "پروردگار، ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ بچپن میں پالا تھا"

مندرجہ بالا آیات میں چار احکام دیئے گئے ہیں:

اگر آپ کے جیتے جی وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو تو

۱۔ انہیں اف تک بھی، نہ کہا جائے اور نہ انہیں جھڑکا جائے۔

۲۔ ان سے بڑی اچھی طرح سے بات چیت کی جائے۔

۳۔ ان کے لئے ازراہِ رحم عاجزی کا اظہار کیا جائے۔

۴۔ ان کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اے میرے پروردگار تو ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

گویا معلوم ہوا کہ انسان کا مقدم ترین حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ صرف اسی کو الٰہ سمجھ کر اسی کی عبادت کی جائے۔ اور چونکہ اللہ کی عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہی ممکن ہے، اس لئے اطاعتِ رسول کا اشارہ بھی اس میں پنہاں ہے اور پھر اس کے بعد والدین کا نمبر ہے۔ یعنی انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ والدین کا حق بھی ادا کرے جو مندرجہ بالا چار نکات میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

"وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ"

کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرنے کی خود تاکید کی ہے، کہ اس کی ماں نے ضعف پہ ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا

دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

اس آیت میں والدین سے حسنِ سلوک کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ کس قدر مشقت اٹھا کر انہوں نے تمہاری پرورش کی اور خصوصاً ماں نے تو اس سلسلہ میں بہت ہی تکلیف اٹھائی لہٰذا حکم ہوا کہ میرے شکریہ کے ساتھ والدین کا بھی شکریہ ادا کرو اور ان سے حسنِ سلوک کرو۔ —— آگے ارشاد ہوتا ہے:

"وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الی"

لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان (تا ہم) دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔ مگر پیروی اس شخص کے راستہ کی جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔"

اس آیت میں اطاعتِ والدین کی قانونی حد بندی کر دی گئی ہے کہ اگر وہ میرے ساتھ شرک کرنے پر تمہیں مجبور کر دیں تو اس باب میں ان کی حکم عدولی کی جائے۔ باقی تمام دنیاوی امور میں ان کی فرمانبرداری لازم ہے۔ آخر میں حکم ہوتا ہے کہ یہی وہ راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے لہٰذا تم پر اس کی پیروی لازم ہے۔

ایک اور مقام پر حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:

"واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا وبرا بوالدتی" الخ

اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا، جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا"

یہاں نماز اور زکوٰۃ جیسے اہم ارکانِ دین کے ساتھ والدہ سے حسنِ سلوک کا حکم سنایا جا رہا ہے (کیونکہ حضرت عیسیٰ کی صرف والدہ ہی تھیں)

اسی طرح قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک طویل دعا نقل کی گئی ہے جس میں وہ معبودِ حقیقی سے درخواست کرتے ہیں:

"رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی"

والمؤمنین یوم یقوم الحساب "

اے میرے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں) پروردگار، میری دعا قبول فرما اور مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔

اس دعا میں حضرت ابراہیمؑ جہاں اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اقامتِ صلوٰۃ کی توفیق طلب فرما رہے ہیں، وہاں ساتھ ہی اپنے والدین کے لیے مغفرت بھی طلب فرماتے ہیں۔ آپ کی یہ دعا اتنی پسندیدہ ہے کہ اسے نماز میں شامل کیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان اس طرح دن میں کم از کم پندرہ بیس دفعہ اپنے والدین کے لئے خدا سے مغفرت طلب کرے۔

احادیث میں بھی اس مضمون کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

رضی اللہ فی رضا الوالدین وسخط اللہ فی سخط الوالدین "

والدین کی رضامندی میں ہی رضائے الٰہی ہے اور والدین کی ناراضگی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے۔

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "والدین کا حق کبھی نہیں چکایا جا سکتا، ہاں ایک صورت ہے کہ والدین کسی کے غلام ہوں اور انہیں خرید کر آزاد کر دیا جائے" (مسلم، باب العتق)

ایک صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا، میری بھلائی کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا، "تمہاری ماں! سائل نے پوچھا، پھر کون؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری ماں" اس نے پوچھا، "پھر کون یا رسول اللہ؟" فرمایا "تمہاری ماں! سائل نے پھر پوچھا" اسکے بعد؟" آپؐ نے فرمایا "تمہارا باپ! اور اس کے بعد درجہ بدرجہ قرابت دار!" (متفق علیہ)

اس حدیث میں والد کے مقابلہ میں والدہ سے حسنِ سلوک کے لئے تین گنا زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اس کی وجہ قرآن کریم نے خود ہی بیان فرما دی ہے کہ اولاد کی پرورش میں والدہ کا حصہ فزوں تر ہوتا ہے یعنی حمل، وضع حمل اور دو سال کی رضاعت!

بعض حالات میں والدین کی خدمت جہاد سے بھی بالاتر ہو جاتی ہے۔ ایک شخص حضور اکرمؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی "میں جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں،" آپؐ نے پوچھا "کیا تمہارے

والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ بولا، "ہاں دونوں زندہ ہیں" آپؐ نے یہ سن کر فرمایا، "واپس جاؤ اور ان کی بھرپور خدمت کرو!" (بخاری۔ مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا اور بولا "میں جہاد کرنا چاہتا ہوں" فرمایا، "کیا تیری ماں زندہ ہے؟" عرض کی "جی ہاں"! آپؐ نے فرمایا "تو اس کی خدمت کرو، جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے!" (احمد، نسائی، بیہقی)

ایک بار آپؐ نے فرمایا "جو شخص اپنے والدین پر شفقت کی نگاہ ڈالتا ہے، اس کے لئے ایک حج مقبول کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ پوچھا اگر وہ سو بار دیکھے؟ فرمایا، اللہ ثواب دینے میں بہت بڑا ہے!

والدین کی اولاد کیلئے بے غرض محبت اور مخلصانہ ہمدردی روز اول سے شروع ہو جاتی ہے اس کے بعد جب تک والدین بحیات ہیں وہ اپنے بچے کے آسائش اور تربیت و ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اولاد کی خوشی میں ان کی خوشی اور اولاد کا غم ان کا غم ہوتا ہے۔ اس بے لوث خدمت کا ادنیٰ بدلہ یہ ہے کہ انسان اپنا جان و مال ان کے لئے وقف کر دے۔

والدین سے محبت و احترام کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ انسان ایسا طرزِ عمل اختیار کرے، جس سے اس کے والدین دوسروں کی نگاہ میں بھی قابلِ احترام قرار پائیں۔ مثلاً ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے"، آپؐ سے سوال کیا گیا، جناب کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا "جب وہ کسی دوسرے شخص کے باپ کو گالی دے گا اور وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دے، یا وہ کسی کی ماں کو گالی دے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دے (تو گویا اس نے خود ہی اپنے باپ یا ماں کو گالی دی") (بخاری، ترمذی)

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا:

"من سرہ ان یمد لہ فی عمرہ و یزاد فی رزقہ فلیبر والدیہ" (احمد)

کہ جس کسی کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کا رزق زیادہ ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرے۔

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟

آپؐ نے فرمایا، "وہ تمہاری دوزخ اور جنت ہیں۔" (ابن ماجہ)

مالی خدمت:

ایک شخص حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "میرے پاس مال ہے، میں صاحبِ اولاد ہوں اور میرا باپ مال کا محتاج ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم بھی اپنے باپ کا مال ہو اور تمہاری اولاد بھی۔" (ابوداؤد)

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم"

بہترین مال جو تم کھاتے ہو، وہ تمہاری اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔" (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

نیز فرمایا:

"بیٹے کے مال پر والدین کا مکمل حق ہوتا ہے۔"

ان احادیث کی رُو سے مالی خدمت کا زیادہ تر حصہ باپ کے لئے ہوتا ہے کیونکہ ماں کی کفالت بھی باپ ہی کے ذمہ ہوتی ہے۔

ان احادیث پر غور فرمائیے، اکثر لوگ اپنے والدین کی مالی خدمت کے سلسلہ میں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ان کی اولاد کے اخراجات پورے نہیں ہوتے تو والدین کی خدمت کیسے کریں۔ بلکہ بعض اوقات والدین خود اپنے برخوردار کی اس کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ وہ صاحبِ اولاد ہے، اس کے اپنے اخراجات ہی پورے نہیں ہوتے تو ہماری خدمت کیا کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فتویٰ نے دوٹوک فیصلہ فرما کر صحیح راہ متعین کر دی کہ اولاد پر اخراجات کا مقام بہرحال والد کے بعد ہے۔ اگر والدین نادار ہوں تو پھر اولاد پر ان کا مالی بوجھ اٹھانا بہرحال فرض ہے۔

عقوقِ والدین:

عقوق والدین یعنی ماں باپ کی نافرمانی کو حدیث میں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور شرک باللہ کے بعد دوسرے نمبر پر اس کا ذکر آتا ہے:

"هل انبئكم باكبر الكبائر ثلاثا قلنا بلیٰ یا رسول الله قال الاشراك بالله وعقوق الوالدين" (بخاری)

یعنی کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں، آپؐ نے تین بار یہی بات فرمائی۔ ہم نے عرض کیا حضور یا رسول اللہ، تو آپؐ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ والدین کی نافرمانی کرنا اور ان کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرنا کتنا بڑا گناہ ہے جس طرح شرک باللہ ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ اسی طرح والدین کی نافرمانی بھی ناقابلِ معافی ہے تا آنکہ اس گناہ کا تدارک نہ کیا جائے۔

شرک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذالك لمن يشاء"

اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ دوسرے سب گناہ اگر چاہے تو معاف کر دے۔

اسی طرح والدین کی نافرمانی کے سلسلہ میں حضور انورؐ کا ارشاد گرامی ہے،

"كل الذنوب يغفر الله منها ما شاء الا عقوق الوالدين" (شعب الایمان)

کہ خدا تعالیٰ چاہے تو عقوق والدین کے سوا باقی سب گناہ معاف کر دے۔

آپؐ کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں بلاشبہ قبول ہوتی ہیں مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور اولاد کے لئے والدین کی دعا۔ (ترمذی۔ ابواب الدعوات)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ والدین کی دعا خواہ وہ دعا ہو یا بد دعا، اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے اور وہ اثر حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

فانه يعجل لصاحبه في الحياة قبل الممات" (بیہقی فی شعب الایمان)

کہ والدین کی نافرمانی کی عقوبت انسان کو اس کی زندگی ہی میں گھیر لیتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ کی ایک چہیتی بیوی تھی۔ حضرت عمرؓ اس کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ اس لئے بیٹے کو طلاق کا حکم دیا۔ بیٹے نے انکار کیا تو اس کا ذکر حضرت عمرؓ نے حضور اکرمؐ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا، عبداللہ بیوی کو طلاق دے دو" (ترمذی کتاب الطلاق)

حدیث بالا میں کس قدر اہم مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر بہو اور سسر میں جھگڑا

ہو تو لڑکے کو اصلاح کی تدابیر اختیار کرنا چاہئیں اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو پھر باپ کا حکم ماننا ہی بہتر ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"اللہ تعالیٰ نے تم پر والدہ کی نافرمانی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، احسان سے رُک جانا، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا، کثرتِ سوال اور ضیاعِ مال کو حرام قرار دیا ہے۔"

مشہور حدیث ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے تو بلند آواز سے "آمین" کہا۔ پھر دوسری پر چڑھے تو بلند آواز سے "آمین" کہا۔ پھر تیسری سیڑھی پر چڑھے تو پھر بلند آواز سے آمین کہا۔ صحابہ کرام اس واقعہ پر بڑے متعجب ہوئے اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؛ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت جبریل امین تشریف لائے تھے جب میں منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ:

- جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک آیا اور اس نے روزے رکھ کر اپنے گناہ نہ بخشوائے، اس پر اللہ کی لعنت ہو تو میں نے آمین کہا۔
- جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا جس شخص کی زندگی میں اس کو بوڑھے والدین ملے اور اس نے ان کی خدمت کر کے اپنے گناہ نہ بخشوائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ تو میں نے کہا، آمین!
- جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا "جس شخص کے سامنے آپؐ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے، اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو، تو میں نے کہا آمین!"

نیز فرمایا کہ:

"جس شخص نے کسی غیر کو اپنا باپ بنایا اور وہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں یا غیر موالی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ اس سے کسی فرض یا نفل کو قبول نہ کرے گا۔"

اگر باپ اور بیٹے کے درمیان کچھ تنازعہ ہو تو محض انصاف کو ملحوظ نہ رکھا جائے گا بلکہ والد کا حق بہرحال مقدم ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے واضح ہے۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی رضائے الٰہی کی خاطر) والدین کا مطیع ہو، اس کے لئے جنت کے دو دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں اور اگر ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کشادہ ہوتا ہے۔ اور جس شخص نے اس حال میں آنکھ کھولی کہ وہ والدین کے حق میں اللہ کا نافرمان ہے تو اس پر دوزخ کے دو دروازے کشادہ ہو جاتے ہیں، اگر ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ آپؐ سے سوال ہوا کہ اگرچہ وہ ظلم کریں؟ فرمایا، اگرچہ وہ ظلم کریں، اگرچہ وہ ظلم کریں، اگرچہ وہ ظلم کریں۔" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

والدین کا حق، ان کی وفات کے بعد!

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، کیا وفات کے بعد بھی والدین کا اولاد پر کچھ حق رہ جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں! ان کے لئے دعا کرو۔ استغفار کرو، ان کے وعدوں کو پورا کرو، ان کے قرابت داروں سے بھلائی کرو اور ان کے دوستوں کی تعظیم کرو" (ابو داؤد، ابن ماجہ)

والدین کے لئے دعا کا طریقہ تو خود قرآنِ کریم نے سکھا دیا ہے:

"وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً"

اور ان کے لئے دعائے خیر نہ کرنے کی حدیث میں یہ عقوبت بتائی گئی ہے۔

"اذا ترك العبد الدعاء للوالدين فانه ينقطع عنه الرزق" (کنز العمال)

"جب کوئی شخص والدین کے لئے دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق موقوف ہو جاتا ہے"

والدین کی وفات کے بعد ان کے عزیز و اقارب اور ان کے دوستوں سہیلیوں سے حسنِ سلوک کرنا لازم ہے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ، مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے کیا اس کے لئے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا، کیا والدہ زندہ ہے؟ عرض کی، نہیں! پھر آپؐ نے پوچھا، کیا خالہ زندہ ہے؟ عرض کی، ہاں یا رسول اللہ! تو آپؐ نے فرمایا، "جاؤ اور اس سے حسنِ سلوک کرو!" (ترمذی۔ ابواب البرّ والصلہ)

ایک بار آپؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کی زکوٰۃ اپنے پاس سے دی اور فرمایا، چچا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہؓ کا بہت احترام کرتے۔

آپؐ نے فرمایا:

"بعض اوقات انسان اپنے والدین کی زندگی میں ان کا نافرمان ہوتا ہے اگر وہ بعد میں ان کیلئے دعا اور استغفار کرتا رہے تو پھر وہ بھی اللہ کے ہاں "والدین سے حسنِ سلوک کرنے والا" لکھ لیا جاتا ہے۔"

افسوس کا مقام ہے کہ دیگر اسلامی اقدار کی طرح آج کل اس قدر کا بھی مطلق خیال نہیں کیا جاتا، بسا اوقات ماڈرن قسم کے لوگ اپنے غریب والدین کو اپنے دوستوں کے سامنے اپنے نوکر کہہ کر مخاطب کرنے سے بھی نہیں چوکتے بلکہ مغربی ممالک کی طرح یہاں بھی اب بوڑھے والدین کو عین سقط المتاع "فالتو سامان" سمجھ کر ان سے نوکروں سے بھی گیا گذرا سلوک کیا جاتا ہے ان کی حکم برداری تو کجا ان کو ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کر رکھا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ اور ان کی خدمت کو باعثِ عار سمجھا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات مار پیٹ پر بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

شرعِ مبین میں حقوقِ والدین کی اہمیت پر اتنا زور دینے کے باوجود آج کل کے بوڑھے والدین سے جو ردّی سلوک ہوتا ہے اس کے چند ایک اسباب ہیں جن کا یہاں بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

"جس نوجوان نے کسی بوڑھے کی، اس کی کبرسنی کی بنا پر عزت و توقیر کی۔ اس کے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی آدمی کو مقرر کر دیگا جو اس کی عزت و توقیر کریگا"

اسی قاعدہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے:

"اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سب گناہوں کو معاف کر دے۔ سوائے "عقوق الوالدین" کے کہ اس کی سزا زندگی میں ہی موت سے قبل مل کر رہتی ہے" (شعب الایمان)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ "قانونِ مکافات" کے مطابق جو لوگ اپنے والدین کو تنگ کرتے اور اپنی نافرمانی کے ذریعہ ان کو ناراض کرتے ہیں۔ ان کی اپنی اولاد ان کو دس گنا زیادہ تنگ کرتی ہے۔ اور ہر وقت ان کی نافرمانی کر کے ان کے دل جلاتی اور سینے پر مونگ دلتی ہے۔

آج کل والدین اپنی اولاد سے محبت کرنے میں اعتدال نہیں برتتے۔ ہر قسم کی حدود اللہ کو پھلانگ کر اور حلال و حرام کی تمیز سے بے نیاز ہو کر ان کے آرام و آسائش کی فکر کرتے ہیں۔ ان کی تربیت اس طریق سے کرتے ہیں کہ خود تو ہر وقت ان کی خدمت پر کمربستہ رہتے ہیں لیکن ان کو بچہ بچہ سمجھتے ہوئے ان سے اپنی خدمت لینے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اور انسان تو فطرتاً آزاد منش واقع ہوا ہے جب تک اس کو حدود کا پابند نہ کیا جائے، وہ پابند نہیں ہوتا۔ چونکہ بچپن میں ان کو خدمت کی عادت نہیں پڑتی، اس لئے بڑے ہو کر وہ والدین کی خدمت یا اطاعت کا تصور تک دل میں نہیں لا سکتے۔

ایک طرف اولاد کی تربیت خالص مادہ پرستانہ نکتۂ نظر سے کی جاتی ہے جس کے زیر اثر وہ اپنے لئے مادی آرام و آسائش کی معراج تک پہنچنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور اگر بوڑھے والدین کا بوجھ کسی وقت ان پر آپڑے تو پھر اس بوجھ کو اپنی راہ سے ہٹانے کیلئے انہیں مار ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ والد نے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا ہو یا صاحب مال و جائداد ہو تو اولاد اس مال و زر کے حصول کی خاطر اس" رستے کی روکاوٹ کو ٹھکانے لگانے سے بھی نہیں چوکتی۔

مگر اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں دنیاوی تعلیم میں تو ان کو نکتۂ عروج پر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن دینی تعلیم کی الف، با سے بھی ان کو دور رکھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ والدین کی اطاعت کی اہمیت اور ان کی فرمانبرداری کی ضرورت ان کے قلب و ذہن میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ جس طرح وہ دیگر احکام الٰہی کی پابندی کی ضرورت سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس حکم کو بھی پاؤں تلے روندنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔ اگر والدین کا خوف الٰہی اور اہمیتِ دین ان کے دل میں جاگزیں کریں تو اولاد خود بخود رضائے الٰہی کی خاطر والدین کے حقوق بھی پورا کرنے کی سعی کرے۔ جس بچے کی دینی نکتۂ نظر سے تربیت کی گئی ہو، وہ تو اپنے والدین کے لئے دین و دنیا کا بہترین سرمایہ ثابت ہو سکتا ہے کہ دنیا میں اپنی نیکی کے ذریعے سے ان کا نام روشن کرے گا۔ ان کی خدمت کے ذریعے سے ان کے قلب و جگر کی ٹھنڈک بنے گا اور ان کی وفات کے بعد ان کے لئے

دعائے خیر، استغفار اور صدقہ خیرات کرتا رہے گا، اس مضمون کو حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

" اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ، الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ " (صحیح مسلم)

انسان کی موت کے بعد اس کے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین شکلوں میں جاری رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔

تو گویا والدین اپنی اولاد کے دلوں سے اپنا مقام اس لئے کھو بیٹھے ہیں کہ ان کو دینی اقدار سے دور رکھتے ہیں اور دینی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں۔ بالآخر یہی اولاد ان کے بڑھاپے میں ان کے لئے بیحد سنگدل ثابت ہوتی ہے۔

بقیہ صفحہ ۴۸ "فتاوے"

اس لئے ریاض احمد اپنی مطلقہ بیوی پروین اختر کے ساتھ بلا حلالہ نیا نکاح کرنے کا مجاز ہے اور یہ نکاح از روئے شریعت بیضا بالکل جائز اور درست ہوگا۔ دلائل تفصیل سے ذکر کر دیئے گئے ہیں تاہم مفتی کا یہ جواب بشرط صحت سوال ہے اور وہ قانونی سقم کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم و علمہ اتم وحکمہ احکم!

محمد عبید اللہ عفیف بن حضرت مولانا محمد حسین صاحب فیروزپوری

خادم حدیث مدرسہ دار الحدیث مسجد چینیانوالی۔ لاہور